حضرت رسول کریم ﷺ کی نصائح میں عظیم الشان سبق ہیں۔ جس سے زندگی میں جنت بنتی ہے اور جہنم حرام کر دی جاتی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 /اکتوبر 1994ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے فرمایا۔

الحمد للہ کہ ایک لمبے سفر کے بعد جس میں پانچ جمعے باہر ادا کرنے پڑے اب میں آج یہ خطبہ جمعہ مسجد فضل لندن سے دے رہا ہوں۔ امریکہ اور کینیڈا کے دورے پہ اگر چہ پانچ ہفتے سے زائد خرچ ہو گیا۔ دونوں اتنے وسیع ممالک ہیں کہ وہاں یہ پانچ ہفتے بھی بہت تھوڑے دکھائی دیتے ہیں۔ فاصلے بہت زیادہ ہیں اور پھر جماعتیں بہت پھیلی ہوئی ہیں ان سب کا اکٹھا ہونا، ان سے ملاقاتیں، ان کے دوسرے ضروری مسائل کے حل کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ کے گفتگو کرنا، اتنا زیادہ کام تھا کہ جاتے ہوئے تو میرا خیال تھا کہ بہت لمبا عرصہ ہوگا لیکن جب گزر رہا ہے تو پتا بھی نہیں لگا کہ کس طرح وقت گزر گیا بہت تیزی کے ساتھ مصروفیت کا وقت چلتا ہے اور اگر وقت خالی ہو تو ٹھہر جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے ان کا وقت بھی تیزی سے گزرا اور میرا وقت بھی بہت تیزی سے گزرا اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت مفید مصروفیت رہی۔ میں نے اس آخری خطبے میں جو نیویارک سے دیا تھا احباب جماعت امریکہ کا بھی اور کینیڈا کا بھی شکریہ تو ادا کر دیا تھا اور کچھ تبصرے بھی کئے تھے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ جتنی محنت امریکہ کی جماعتوں نے کی ہے وہ بہت زیادہ شکریہ کی نہیں تو دعاؤں کی محتاج ہے کیونکہ بہترین شکریہ تو دعا ہی کے ذریعہ ادا ہوتا ہے۔ بہت لمبے عرصے تک مسجد کے سلسلے میں ساری جماعت نے

محنت کی اور امیر صاحب یو۔ایس۔اے، ایم۔ایم۔احمد صاحب نے تو بڑی سنگین بیماری کے باوجود بہت لمبے عرصے تک اس بوجھ کو خود اٹھایا تمام اہم اجلاسوں میں خود شریک ہوتے رہے اور اس بات کی پرواہ نہیں کی کہ کس قدر تکلیف میں تھے اور آخر وقت تک اس بوجھ کی وجہ سے ان کے جسم پر نقاہت اور گہری تھکاوٹ کے آثار دکھائی دیتے تھے مگر الحمدللہ کہ جب یہ سارا بوجھ گلے سے اترا ہے اب ان کی صحت پہلے سے بہت بہتر تھی اللہ کے فضل کے ساتھ۔ باقی کارکنوں نے بھی ان کے نائب برادر مظفر احمد جو نائب امیر USA ہیں انہوں نے بھی بہت محنت کی ان کے دوسرے ساتھیوں نے بھی جنرل سیکرٹری صاحب ملک مسعود صاحب جو افسر جلسہ بھی تھے، ان سب نے اور ان کے سب ساتھیوں نے بہت لمبے عرصے سے مسلسل محنت کی ہے اور وہ کہتے تو نہیں تھے ان کے چہروں سے اس کے آثار ظاہر تھے اور پھر وقتی طور پر جلسے کے کاموں میں وقتی مصروفیت کے پیش نظر جن کارکنوں نے جلسے کے دوران کام کیا ہے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ پھر جس جگہ ہم گئے وہاں کے کارکن کچھ دن پہلے کام شروع کر دیتے تھے کچھ دن بعد تک کاموں کو سمیٹنے کا بوجھ ان پر رہتا تھا۔ ان سب کے لئے میں جماعت سے عمومی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔ اللہ ان کی کوششوں کو بار آور بنائے۔ جہاں تبلیغ کے سلسلے میں انہوں نے رابطے پیدا کئے اور بڑی محنت سے اپنے تعلقات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یا بعض دفعہ اجنبیوں کو بھی اپنے جلسوں میں شرکت پر منتوں کے ذریعے مجبور کیا وہ بھی ایک ایسا فعل ہے جس پر مجھے امید ہے کہ اللہ رحمت کی نظر کرے گا۔

نیو یارک میں ایک Senator تھے یا ممبر کانگرس تھے وہ ہمارے Reception پر تشریف لائے تو اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ بات یہ ہے کہ میرا علاقہ یہ نہیں ہے، میں دوسرے علاقے سے آیا ہوں اور میرے آنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ جو شخص مجھے بلانے پر مامور تھا اس کا ایسا انکسار تھا اس قدر لجاجت تھی اس طرح بار بار وہ مجھے کہتا رہا کہ میرے لئے انکار ممکن ہی نہیں رہا۔ اس لئے آیا تو سرسری طور پر ایک شخص کے ذاتی اخلاق سے متأثر ہو کر تھا لیکن یہاں آکر جو میں نے دیکھا ہے وہ اتنی عظیم بات ہے کہ میں خوش ہوں کہ میں نے وہ بات مان لی کیونکہ میرا آنا بہت ہی مفید ثابت ہوا ہے ایسے اچھے جلسے، ایسے اچھے لوگ جس میں مدعو ہوں اور پھر ایسی اچھی باتیں کی جائیں، یہ تو ایک قسمت کی بات ہے جو یہ نصیب ہو۔ یہ ان کے الفاظ تو نہیں مگر ان کے الفاظ کا مفہوم بعینہٖ یہی تھا جو میں آپ کے سامنے بیان کر رہا ہوں۔ اس کے علاوہ بھی شکاگو میں یا دوسری جگہوں پہ، جہاں جہاں بھی

مجالس ہوئی ہیں اور مہمانوں کو مدعو کیا گیا ہے، صاف دکھائی دیتا تھا کہ بے حد محنت سے کام لیا گیا ہے اور کچھ لوگ جو واقف نہیں بھی تھے کارکنوں کے اخلاص کی وجہ سے وہ آنے پر مجبور ہو گئے۔ اس سے ہمیں ساری دنیا میں یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ تبلیغ کے کام میں بھی اجنبیوں کو پہلے اخلاق ہی سے متأثر کیا جا سکتا ہے یا کیا جانا چاہئے محض پیغام دے دینا کافی نہیں ہے جب تک اخلاق عالیہ کے ساتھ اپنی ذات میں آپ غیروں کی دلچسپی پیدا نہیں کرتے اس وقت تک وہ آپ کے پیغام میں بھی کوئی دلچسپی نہیں لیں گے۔

اور یہ پیغام ایسا ہے جو باہر سے بدمزہ دکھائی دیتا ہے اور اس پیغام میں یعنی حقیقی اسلام کے پیغام میں یہ خاص بات ہے کہ باہر سے بُرا دکھائی دیتا ہے جب اس کے اندر انسان داخل ہوتا ہے تو جوں جوں آگے بڑھتا ہے اتنا ہی زیادہ جنت کے مناظر دکھائی دینے لگتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کا اخلاق حسنہ ہی تھا جس کی وجہ سے باوجود اس کے کہ بیرونی آنکھ نے شاید نفرت سے اسلام کو دیکھا پھر بھی ان کو کھینچ لائے اور ایک دفعہ وہ اندر داخل ہوئے تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ قرآن کریم اسی مضمون کو یوں بیان فرماتا ہے کہ جنت کا مقام ایسا ہے جس کے باہر ایک تکلیف دہ صورت حال ہوتی ہے۔ باہر سے اندر آنا مشکل ہے لیکن اندر اس کے بہت ہی پیارا منظر ہے اور سکون اور طمانیت ہے۔ پس تبلیغ کے وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ غیروں کو اسلام کی طرف بلانا ان کی نظر میں ایسا ہی ہے جیسے آگ کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اگر پوری آگ نہ سہی تو ایک تکلیف دہ کانٹوں والے رستے کی طرف بلایا جا رہا ہے اور جب تک آپ کے اخلاق حسنہ ان پر اتنا اثر نہیں کرتے کہ آپ کی خاطر تکلیف اٹھانے پر مجبور ہو جائیں وہ اسلام میں دلچسپی نہیں لیں گے۔ جب ایک دفعہ لے بیٹھیں اور ان کو اسلام کا پیغام براہ راست ملنا شروع ہو جائے تو پھر آپ کا واسطہ بیچ میں سے غائب ہو جائے گا۔ پھر اسلام اپنے حسن سے ان کو بڑے زور سے کھینچے گا۔ پس یہی وہ راز ہے جس کو اہل نظر، اہل بصیرت سمجھتے ہیں اور اس سے استفادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے آپ کے سامنے ایک امریکن Senator یا کانگریس مین جو بھی وہ تھے ان کی گواہی پیش کی ہے۔ بالکل یہی بات انہوں نے کی کہ جب میں آنے لگا تھا تو دل پہ بوجھ تھا کہ میں کیوں جا رہا ہوں میں خود نہیں سوچ سکتا تھا۔ سوائے ایک شخص کے اخلاق سے متأثر ہوئے بغیر میں یہ کام کر نہیں سکتا تھا، مجھے کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن جب آیا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ ایک بڑی نعمت ہے جس سے میں فائدہ اٹھا رہا ہوں اور بہت اچھا کیا کہ میں یہاں چلا آیا۔ باوجود اس کے کہ

ان کو جلدی تھی ان کے کچھ اور بھی ایسے کام تھے جو پہلے سے طے شدہ تھے۔گھر کی بھی کچھ مجالس تھیں جن میں جانا تھا پھر بھی وہ کھانے کے وقت تک ٹھہرے رہے اور میں جب تک مصروف رہا ہوں اس وقت تک انتظار کرتے رہے جب میں فارغ ہو کے واپس آیا تو پھر انہوں نے مجھے کہا کہ میں آپ کا شکریہ ادا کر کے اب اجازت لینا چاہتا ہوں۔

تو تمام دنیا میں اس وقت طبیعتوں کی شرافتیں آپ کی منتظر ہیں اور دنیا میں بھی عملاً یہی حال ہے کہ ان کی جنتیں اندر چھپی ہوئی ہیں۔ان کے بداعمال اور دنیا کے اثرات ان کے باہر ہیں آپ کو بھی تو محنت کر کے ان کے اندر کی جنت ڈھونڈنا ہوگی اور جب تک آپ تکلیف کر کے، ان کی بد اخلاقیوں سے بے پرواہ ہو کر ان کے اندر سرایت کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اس وقت تک آپ کو بھی جنت نہیں ملے گی تو یہ دونوں طرف کا معاملہ ہے ذرا مختلف نوعیت کا۔اسلام کے سامنے جو بظاہر آگ دکھائی دیتی ہے وہ تو ایک فرضی آگ ہے، حقیقی آگ نہیں ہے لیکن دنیا کی بداخلاقیوں کی جو باڑ ان کے اردگرد لگی ہوئی ہے اور آگ جل رہی ہے یہ حقیقی ہے اس کو عبور کرنا واقعۃً بہت مشکل ہے لیکن ہر انسان کے اندر ایک جنت موجود ہے یہ یاد رکھیں جس کو آپ بد سے بد سمجھتے ہیں اس کے اندر بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی حسن دفن کر رکھا ہے۔پس مومن کا کام ہے کہ خود کوشش کر کے ان حسن کے دفینوں تک پہنچے ان سے استفادہ کرے اور ان کو ابھار کر اس کے مالک کے سامنے پیش کرے تا کہ اسے معلوم ہو کہ اس کے پاس بھی حسن کی ایک دولت ہے ورنہ تو صحرائے عرب کی طرح کا حال ہوگا کہ جہاں تیل کے دفینے موجود تھے لیکن اس ملک کے باشندوں کو علم نہیں تھا کہ کیا ہے؟ غیروں نے آکر محنت کی اور ان دفینوں کو باہر نکالا تب ان کو قدر آئی کہ اس صحرا میں خدا نے کیسی کیسی دولتیں ہمارے لئے اکٹھی کر رکھی تھیں تو انسانوں میں بھی جن کو آپ صحرا سمجھتے ہیں وہ سب صحرا نہیں ہوا کرتے۔ظاہری طور پر دنیا داری ان کو صحرا بنا دیتی ہے لیکن ہر شخص کے اندر خالق کا ایک حسن پوشیدہ ہے اس کو تلاش کریں تو ان کی جنت بھی باہر آجائے گی اور اس کے نتیجے میں اسلام سے جو گہرا رابطہ پیدا ہونا چاہئے وہ ان کے لئے زیادہ آسان ہو جائے گا کیونکہ اگر مزاج اسلام کے خلاف ہو تو پھر اسلام سے رابطہ پیدا کرنا مشکل کام ہے۔تو دونوں طرف کے سفر ہیں جن کی تیاری آپ ہی نے کرنی ہے۔ان کو اسلام کی طرف سفر پہ آمادہ کرنے کا کام بھی آپ ہی کا ہے، ان کی ذات میں ان کی ودیعت ہوئی خوبیوں کی تلاش کرنا

اوران کا کھوج نکال کران کو باہر لانا اوران کی نظر کے سامنے کرنا، یہ بھی آپ ہی کا کام ہے اوراگر دعا کر کے آپ یہ کام کریں تو یہ مشکل کام نہیں ہے۔

آج کل ہم تبلیغ کے جس دور میں داخل ہوئے ہیں اس میں ہمارے معیار جلد جلد بڑھ رہے ہیں اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کے بعد اگلا قدم اٹھانا دوبھر ہوگا۔ ہر چڑھائی پر چڑھنے والا جانتا ہے کہ ایک چوٹی جو دکھائی دیتی ہے اس تک پہنچنا بہت مشکل دکھائی دیتا ہے مگر جب آپ پہنچ جاتے ہیں تو ایک سکون نصیب ہوتا ہے مگر پھر اگلی چوٹی پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہو جاتی ہے اور پھر اس سے اگلی چوٹی اس سے بھی زیادہ مشکل ہو جاتی ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ آپ اگر ایک بلندی طے کر چکے ہیں تو دوسری بھی اسی آسانی سے کر سکیں گے۔ ہر اگلی بلندی پہلے سے زیادہ مشکل ہوتی چلی جاتی ہے اس لئے میں آپ کو ذہنی طور پر اس کے لئے تیار کرنا چاہتا ہوں کہ اس سال جو ہم نے دعوت الی اللہ کا کام کرنا ہے اس کے لئے پہلے سے زیادہ محنت کرنی ہوگی، زیادہ ہم سفر ڈھونڈنے ہوں گے جو آپ کے کاموں میں آپ کے ہاتھ بٹائیں اور اخلاق حسنہ سے ضرور مزّین ہونا ہوگا۔اس کے بغیر یہ سفر طے نہیں ہوسکتا، اس کے بغیر آپ دلوں کے علاقے فتح نہیں کر سکتے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرمائے۔ مشکل کام بھی دعاؤں سے آسان ہو جاتے ہیں۔ دعائیں کریں تو انشاء اللہ آپ کے یہ کام آسان ہو جائیں گے وہاں بھی میں نے دیکھا ہے اور بعض بہت سے دوستوں سے جو ملا جنہوں نے اچھے کام کئے تھے تو سب نے یہی کہا کہ حقیقت میں ہم دعائیں کرتے تھے اور یہ اللہ کا احسان ہے کہ دعاؤں کی وجہ سے خدا نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے۔

پس جماعت احمدیہ تو دعا کا ایک زندہ معجزہ ہے اگر دنیا میں کسی نے دعا کی حقیقت پائی ہو تو صرف احمدیت ہے جس سے دعا کی حقیقت زندہ حقیقت کے طور پر سامنے آ سکتی ہے۔ پس آپ دعائیں کرتے رہیں اور محنت کریں اور اخلاص کے ساتھ آگے قدم بڑھائیں۔ سب دنیا کے شریف ہمارے منتظر ہیں اور شرافت ہر جگہ موجود ہے یہ دو یقینی باتیں ہیں جن کو دل میں جاگزیں کر کے یقین کے ساتھ، مستحکم قدموں کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے سفر آسان فرمادے گا۔

اس مختصر تبصرے کے بعد میں اس مضمون کی طرف واپس آتا ہوں جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے الفاظ میں آپ تک بعض نصیحتیں پہنچا رہا ہوں ان کا تعلق اخلاق حسنہ ہی سے ہے۔ وہ

اخلاق جن پر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں، ان اخلاق کو اپنائیں گے تو اس کا نام اخلاق حسنہ کو اپنانا ہے ورنہ دنیاوی اخلاق تو محض کھوکھلے اور سطحی ہوا کرتے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تین اخلاق ایمان کا تقاضا ہیں یعنی تین اخلاق ایسے ہیں کہ جو ہر مومن کے لئے اپنانے لازم ہیں جن کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ پس جب آپ مومن بنتے ہیں ایمان لے آتے ہیں تو لازم ہے کہ وہ تین ایمان کی علامتیں آپ کی ذات میں ظاہر ہوں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ غصہ آئے تو اس کے باوجود وہ غصہ مومن کو باطل کام میں اور گناہ میں ملوث نہیں کرسکتا۔ جہاں خدا کی اجازت کی حدود دکھائی دے رہی ہیں وہاں تک رہتا ہے اور اس کا غصہ اسے ان حدود سے تجاوز کرنے پر کبھی آمادہ نہیں کرسکتا۔ جانتا ہے کہ اس غصے کے اظہار کے وقت اگر میں نے اس حد سے آگے قدم بڑھایا تو اللہ کی رضا سے باہر چلا جاؤں گا اور جھوٹ اور بے ہودہ باتوں پر بھی غصہ اس کو آمادہ نہیں کرسکتا۔ پھر فرمایا اور وہی مومن شخص جو غصے میں اپنے آپ کو قابو میں رکھتا ہے، وہ جب خوش ہو تو اس کی خوشی بھی اس کو حق کی حدود سے باہر نہیں پھینکتی۔ پس دو اہم انسانی جذبات ایسے ہیں جو حد سے تجاوز کرنے پر انسان کو آمادہ کرتے ہیں ایک غصہ اور ایک خوشی اور انسانی زندگی کی بہت سی بے ہودہ حرکتیں اور باطل عادات اور ظلم وستم کی واردات زیادہ تر انہی دو حالتوں میں سرزد ہوتی ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک سچا ایمان لانے والا غصے میں حد سے نہیں بڑھتا اور حد سے تجاوز کر کے کسی پر ظلم نہیں کرتا، یہ مفہوم ہے اور خوشی میں حد سے تجاوز کر کے اپنی ذات پر ظلم نہیں کرتا۔ خوشی کے ظلم اکثر اپنی ذات پر ہوتے ہیں اور غصے کے ظلم اکثر دوسروں پر ہوتے ہیں اگرچہ نتیجے تو دونوں ہی اپنی ذات کے خلاف ہیں۔

پھر فرمایا اور جب اسے قدرت اور اقتدار ملتا ہے تو اس وقت وہ اپنے حق سے زیادہ نہیں لیتا۔ طاقت ہوتے ہوئے بھی، اس بات کی استطاعت کے باوجود کہ جتنا چاہے لے لے، جب اس کا حق ختم ہوتا ہے وہیں ٹھہر جاتا ہے اور ہاتھ آگے نہیں بڑھتا (المعجم الصغیر للطبرانی باب من اسمہ احمد)۔ یہ تین بہت ہی گہری خوبیاں ہیں جن کو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ایمان سے وابستہ فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایمان سے ان کا کیا تعلق ہے؟ ہمارا ایمان بالغیب ہے اور اللہ کی ذات پر ایسا یقین ہے باوجود اس کے کہ ہمیں وہ دکھائی نہیں دے رہی، ایسا کامل یقین ہے جیسے وہ

حاضر ہو جائے تو خدا تعالیٰ جو غائب بھی ہے اور حاضر بھی ہے وہ یہ معنی بھی رکھتا ہے کہ بہت سی دنیا ہے جن کی نظر سے خدا ہمیشہ غائب ہی رہتا ہے اور بہت سے ایسے مومن ہیں کہ اس غائب کو بھی حاضر کی طرح دیکھنے لگتے ہیں پس جو حاضر ہو جائے اس کی موجودگی میں انسان کا طرز عمل ایک خاص رنگ اختیار کر لیتا ہے۔ جب قانون نافذ کرنے والے اداروں کے نمائندے حاضر ہوں تو اس وقت قانون شکنی کرنے والا کوئی بہت ہی ڈھیٹ اور بے حیا ہوگا جو دیکھتے ہوئے کہ مجھ پر سب کی نظریں ہیں پھر بھی وہ قانون شکنی کرے۔ ایسے شخص بعض دفعہ ڈاکو ہوتے ہیں بعض دفعہ اور جابر اور ظالم ہوتے ہیں وہ کچھ عرصے تک ایسی بے حیائیاں کرتے رہتے ہیں پھر آخر پکڑے جاتے ہیں مگر اللہ کے معاملے میں تو جرأت کا کوئی سوال ہی نہیں رہتا۔ اگر خدا کو انسان حاضر سمجھ لے تو پھر اس کے نتیجے میں مستقلاً انسان کے مزاج اور طبیعت میں ایسی تبدیلیاں پیدا ہونی لازم ہیں کہ جب وہ غصے میں آپے سے باہر ہو رہا ہو جو یہ دیکھ رہا ہے کہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اب آپ دیکھ لیں کہ اگر غصے کی حالت میں آپ کوئی بے ہودہ بات کر رہے ہیں اور کوئی ایسا شخص آ جاتا ہے جس کے سامنے آپ کو بے ہودہ باتوں میں شرم آتی ہے تو فوراً اپنی زبان کو آپ کنٹرول میں کرتے ہیں کسی اور کے بچے پر مثلاً ہاتھ اٹھا بیٹھیں اور اس کے ماں باپ سامنے سے آتے دکھائی دیں تو مجال ہے کہ وہ ہاتھ گرے وہ فوراً واپس ہو جائے گا اور شرمندگی کے ساتھ واپس ہوگا۔ تو دیکھنے والا ایسا ہے جس کے اوپر یہ مثال صادق آ رہی ہے۔ آپ اس کو دیکھ رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس کی مخلوق ہے اور وہ ماں باپ سے زیادہ ان سے پیار کرنے والا ہے ان کا حق مارنے والے کو کس نظر سے دیکھے گا۔

پس غصہ خواہ کیسے ہی تقاضے کرتا ہو ایک مومن وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے ہاتھ روکے رکھتا ہے اور اس حد سے آگے نہیں بڑھتا جس حد سے آگے خدا کا حکم ہے کہ نہ بڑھا جائے اور دنیا میں اکثر فساد جو انفرادی تعلقات کے دائرے میں آتے ہیں غصے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ بہت سے دوست عمر بھر کی دوستی کو غصے کے ایک لمحے میں ہمیشہ کے لئے ضائع کر بیٹھتے ہیں اور غصے کی حالت میں بعض دفعہ ایک انسان ایسے بہیمانہ جرم میں مبتلا ہو جاتا ہے جس سے پہلے اس کے بغیر وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ یعنی غصے کی حالت کے بغیر وہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس سے ایسا جرم ہو سکتا ہے لیکن غصے کی حالت میں تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ جیسا کہ امریکہ میں خصوصاً نیویارک میں بارہا ایسے واقعات سامنے آئے

ہیں اپنے بچے کا سر دیوار سے ٹکرا کے پھوڑ دیتے ہیں۔ یہاں انگلستان میں ایک پروگرام میں میں نے دیکھا کرائمنر کے متعلق کہ بہت سے شرابی ہیں جو بہت حساس ہو جاتے ہیں وہ گھر واپس آتے ہیں بیوی ان سے شکوہ کرتی ہے کہ کیوں دیر سے آئے ہیں غصہ آتا ہے اور غصے کی حالت میں خود اپنی بیویوں کے سر دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر ان کو قتل کر دیتے ہیں۔ تو غصے کی حالت میں انسان پاگل ہو جاتا ہے اور غصہ حد سے تجاوز کی طرف لے کے جاتا ہے پس جب حد سے تجاوز ہو تو انسان کا اپنے ذہن پر کوئی کنٹرول نہیں رہتا اس لئے غصے کو جنون کہا جاتا ہے مگر خواہ کیسا ہی جنون ہوا گر وہ سامنے کھڑا ہو جس سے آپ خوف کرتے ہیں، جس کا خوف رکھتے ہیں، جسے مقتدر سمجھتے ہیں، جانتے ہیں کہ وہ اس کی سزا دے سکتا ہے تو اچانک وہ غصہ بیٹھ جائے گا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے ایمان کے ساتھ وابستہ فرمایا ہے غصے میں حد اعتدال پر قائم رہنا۔

خوشی کا بھی یہی حال ہے خوشی کی حالت میں انسان ہزار پاگلوں والی حرکتیں کر بیٹھتا ہے لیکن اگر ایک مالک اور مقتدر سامنے کھڑا ہو جس نے بعض دائرے کھینچ رکھے ہوں کہ ان دائروں سے آگے نہیں بڑھنا تو خوشی کے وقت بھی وہی تجاوز سے بچنے کا طریق ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھے اور اس پر کامل ایمان رکھے۔

تیسری بات فرمایا کہ جب اقتدار ملتا ہے تو اس کے باوجود وہ دوسرے کے حق پر نظر نہیں ڈالتا اور ذرہ بھر بھی اپنے حق سے زیادہ نہیں لیتا۔ اس میں بھی یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انسان خدا کو مالک سمجھتا ہے اور اپنے آپ کو مالک نہیں سمجھتا خدا پر ایمان اس کے کامل طور پر مالک ہونے کے تصور کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جسے انسان اپنا حق سمجھتا ہے اور وہ اتنا ہی ہے جتنا مالک نے دیا ہوا ہے اس سے زیادہ نہیں ہے۔ پس یہ اتفاق ہے کہ وہ عارضی طور پر دنیا میں قادر بنایا گیا ہے یا مقتدر بنا دیا گیا ہے ایک بادشاہ قانون پر فائز ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ اپنی مرضی کے قوانین بھی بناتا ہے حالانکہ اس کو اس کا حق نہیں ہوتا اور قانون ہو یا نہ ہو جو ظالم بادشاہ ہیں یا ڈکٹیٹر ہیں وہ عوام کے حق سے چھین کر ان کے پیسے کو اپنی ذات یا اپنے خاندان کے لئے استعمال کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی اجازت نہیں دی ہوئی۔ تو چونکہ وہ اپنے آپ کو مالک سمجھنے لگتے ہیں اس لئے یہ حرکت سرزد ہوتی ہے ورنہ ناممکن ہے کہ ہو۔ مالک کوئی اور ہو اور طاقت والا بھی ہو تو کسی کی

مجال ہے کہ اس سے مال میں سے کچھ لے۔ تو بنی نوع انسان کا مال اسے خدا کا مال دکھائی دیتا ہے اور جب دوسرے کا مال خدا کا مال دکھائی دے تو پھر جرأت نہیں ہو سکتی کہ اس پر انسان ہاتھ ڈالے۔

تو یہ شخص تین حالتوں میں آزمایا جاتا ہے اور تین حالتیں اس کے ایمان کے حق میں گواہ بنتی ہیں یا اس کے ایمان کے خلاف گواہی دیتی ہیں۔ غصے کی حالت، خوشی کی حالت اور اقتدار کی حالت۔ جب آپ کے سپرد کوئی حکومت کی جائے یا کسی تھوڑے دائرے میں انتظام سپرد کیا جائے تو آپ کے اندر کوئی ایک ذرا بھی ایسی فخر کی حالت پیدا نہیں ہوتی کہ اس کے نتیجے میں آپ کوئی غلط قدم اٹھا سکیں۔ یہ بہت ہی اہم نصیحت ہے اسے جماعت احمدیہ فطرت ثانیہ کی طرح اپنی عادت اور اپنے رگوں میں دوڑتے ہوئے جذبے کی طرح داخل کر لے تو بہت بڑے مسائل سے ہمیں نجات مل سکتی ہے۔ روزمرہ کے جھگڑوں میں زیادتیاں، بدکلامیاں، خواہ وہ خاندانی سطح پر ہوں، ساس بہو کی باتیں ہوں یا خاوند اور بیوی کے تعلقات کے بگاڑ کے قصے ہوں ہر جگہ آپ دیکھیں گے اور اسی طرح دوستوں کے معاملات میں بھی کہ غصے کی حالت میں سارا امن کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے اور خوشی کی حالت میں انسان بے راہروی اختیار کرتا ہے جب اسے کچھ زیادہ نصیب ہو جائے تو اپنے خرچ کو متوازن نہیں رکھتا۔ بعض دفعہ خوشی کی حالت میں وہ قرضے لے لے کر بھی، دکھاوے کی خاطر کہ خوشی کا دن ہے اپنے اوپر بہت سے بوجھ اٹھا لیتے ہیں اور وہ قرض واپس کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ پس ساری عمر کا ایک عذاب ہے جو انہوں نے اپنے سر منڈھ لیا ہے پس اس کو روزمرہ کی زندگی پہ چسپاں کر کے دیکھیں تو ہر روز یہ تین چیزیں ہمارے لئے آزمائش بنتی ہیں اور بسا اوقات ہم ان سے شکست کھا جاتے ہیں اور اس آزمائش پر پورے نہیں اترتے۔

اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو راضی ہوا اس کا بیان کرتے ہوئے قرآن کریم فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ابۡتَلٰۤی کیا اسے آزمایا اور ہر بار اس آزمائش پہ وہ ہمیشہ پورا اترا۔ پس یہ آزمائشیں کوئی ایسی آزمائشیں نہیں ہیں جو دور کی خیالی دنیا کی باتوں سے تعلق رکھتی ہوں۔ یہ روزمرہ کی آزمائشیں ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا نے ہر حال میں آزمائش پر پورا اترتے دیکھا۔ باقی انبیاءؑ بھی اپنے اپنے مقام اور توفیق کے مطابق پورا اترے لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیمؑ کے حق میں جو یہ گواہی ملی تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں ایک غیر معمولی مقام رکھتے تھے۔ ہر آزمائش کے وقت وہ سوچتے تھے اور غور کرتے تھے کہ کس میں خدا کی رضا ہے کس میں

خدا کی ناراضگی ہے اور ہمیشہ رضا کی جانب قدم اٹھاتے تھے ناراضگی کی طرف اپنے قدم اٹھنے نہیں دیتے تھے یعنی بالارادہ روک لیتے تھے یہ وہ ابراہیمی صفات ہیں جن کو ہمیں اپنانا ہوگا کیونکہ ان کا زندگی سے تعلق ہے۔ انہی صفات کے نتیجہ میں ان کو زندگی کا راز سمجھایا گیا کہ تو پرندوں کو سدھا اور پھر دیکھے گا کہ پرندے تیرے حکم کے مطابق تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے ہر سمت سے اڑتے ہوئے تیری طرف واپس آجاتے ہیں۔

اب سب باتوں کا صفات سے تعلق ہے اور صفات الٰہیہ سے تعلق ہے جو اسی کو عطا کی جاتی ہیں جس کے اندر آزمائش میں پورا اترنے کا مادہ پایا جاتا ہے محض اپنی توفیق سے صفات الٰہیہ نصیب نہیں ہوا کرتیں۔ پس ان دونوں باتوں کا گہرا تعلق ہے فَاَتَمَّھُنَّ جو فرمایا کہ ابراہیم کو جب ہم نے آزمائش میں ڈالا تو ہر آزمائش پر وہ پورا اترا اور اس کے بعد صفات الٰہیہ کا جو ظہور ہوا ہے ابراہیم علیہ السلام کی ذات میں، وہ اسی کا انعام تھا۔ پس اگر آپ نے خدا کے رنگ سیکھنے ہیں اور خدا کے رنگ اختیار کئے بغیر آپ دنیا کو خدا کے رنگ دے ہی نہیں سکتے تو پھر لازم ہے کہ ان امتحانوں میں پورا اتریں اور یہ تین امتحان جو آنحضرت ﷺ نے ہمارے سامنے کھول کر بیان فرما دیئے ہیں یہ امتحان ایسے ہیں جن کا زندگی کے ہر دائرے سے تعلق ہے اور بدنصیبی ہے انسان کی کہ وہ اپنی زندگی کے ہر دائرے میں ان تین امتحانوں میں اکثر ناکام ہوتا چلا جاتا ہے۔

پس جماعت احمدیہ کو بڑے غور اور حکمت کے ساتھ اس مضمون کو سمجھنا ہے اور اپنی ذات میں اسے جاری کرنا ہے کیونکہ ہمارے بہت سے کام پڑے ہوئے ہیں پچھلے سال جو خدا نے ہمیں توفیق عطا فرمائی تھی اس سے دگنے کا ہم نے عزم باندھا ہے خدا کی توفیق کے مطابق ہی فیصلہ ہوگا۔ مگر انسانی ہمت کا جہاں تک تعلق ہے اللہ پر توکل کرتے ہوئے ہم نے دگنے کا عزم باندھا ہے تو اس دگنے کام کے لئے کچھ طاقت بھی تو دگنی ہونی چاہئے۔ وہ طاقت کہاں سے ملے گی یہ میں آپ کو سمجھا رہا ہوں دعائیں کریں اور دعاؤں کے ساتھ آزمائشوں میں پورے اترنے کی بالارادہ کوشش کریں اور اس نیت کے ساتھ کوشش کریں کہ مجھے پہلے سے بڑھ کر طاقت ور ہونا ہے کیونکہ میرا بوجھ بڑھ گیا ہے۔ اور یہ حسابی بات ہے اگر بڑے بوجھ کے اٹھانے کا ارادہ کرتے ہیں تو لازماً اپنے وجود کی پرورش کرنی ہوگی، جسم کمانا ہوگا اور اس کے بغیر بڑے بوجھ کے اٹھانے کی باتیں کرنا محض ایک دیوانے کی بڑ ہے اس کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں ہے۔

پس آپ جب ارادہ کرتے ہیں کہ ہم نے پہلے سے دوگنا پھل حاصل کرنا ہے تو پہلے سے دوگنی محنت کرنی ہے لیکن محنت سے زیادہ اپنے وجود میں وہ طاقتیں پیدا کرنی ہیں جن کے نتیجہ میں پھر محنت نہیں ہوتی بلکہ شوق اور آسانی کے ساتھ وہ کام سرانجام پاتے ہیں جو بعض دوسروں کو محنت سے کرنے پڑتے ہیں۔محنت زیادہ لمبے عرصے تک اس طرح کرنا ممکن نہیں ہوتا کہ ہر دفعہ محنت کرنے کے بعد آپ کا جسم چور چور ہو جائے اور بدن کا انگ انگ دکھنے لگے۔ایسی محنت سے آہستہ آہستہ دل متنفر ہو جاتا ہے پس ضروری ہے کہ مستقل ورزش کرتے ہوئے اپنی طاقت کو اتنا بڑھاتے چلے جائیں کہ وہ محنت دوسرے کو تو محنت دکھائی دے آپ کے لئے ایک طبعی اور فطرت کے میلان کے مطابق کام بن جائے یعنی فطرت کے خلاف چلتے ہوئے آپ کو وہ کام نہ کرنا پڑے۔اپنی فطرت کے میلان کے مطابق اپنی بڑھتی ہوئی طاقتوں کے نتیجے میں وہ کام آپ کو آسان دکھائی دے اور یہ کوئی کہانی کی بات نہیں یہ اسی طرح عملی حسابی بات ہے جو میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔آنحضرت ﷺ نے جو اخلاق حسنہ ہمیں سکھائے ہیں ان کو سمجھ کر، ان کو سیکھ کر لازم ہے کہ آپ کے روحانی بدن میں غیر معمولی طاقت پیدا ہو اور وہی طاقت ہے جو آپ کے کام آئے گی۔ یہ پہلی حدیث جو تھی یہ المعجم الصغیر للطبرانی سے لی گئی تھی۔اب جو حدیث ہے یہ ترمذی باب صفۃ القیامۃ سے لی گئی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا **الا اخبرکم بمن یحرم علی النار** (ترمذی باب صفۃ القیامۃ) کہ کیا میں تمہیں اس شخص کی خبر نہ دوں جس پر آگ حرام ہو جاتی ہے فرمایا کیا میں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے۔یعنی نفرت نہیں کرتا ان سے نرم سلوک کرتا ہے یہ جو یعنی نفرت نہیں کرتا نرم سلوک کرتا ہے یہ **ھین لین سھل** کا ترجمہ کیا گیا ہے اور ان کے لئے آسانی مہیا کرتا ہے، یہ بہت ہی اہم روزمرہ کا ایک دستور ہے جسے سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ بہت ہی اہم راز ہمیں بتا دیا گیا ہے کہ اگر تم چاہتے ہو کہ جہنم کی آگ تم پر حرام کر دی جائے خدا تعالیٰ کی طرف سے اور کسی قیمت پر بھی تم جہنم میں داخل نہ ہو تو یہ آسان سا طریق اختیار کرلو۔دعویٰ بہت مشکل اور طریق بہت آسان لیکن آسان ہونے کے باوجود اکثر لوگ اسے اختیار نہیں کرتے اور وہ طریق یہ بیان فرمایا ہے کہ لوگوں سے دور نہ ہو ان کے قریب رہو ہر انسان جب ایک طبقے سے ترقی کر کے ایک اونچے طبقے میں داخل ہوتا ہے تو

بالعموم اس پہلے طبقے سے بھی اور اس سے نچلے طبقے والوں سے بھی اس کا فاصلہ بڑھ جاتا ہے پھر جب اور ترقی کرتا ہے ایک اور طبقے میں قدم رکھتا ہے تو اس کا فاصلہ اور بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جو امیر لوگ ہیں ان کے محلے الگ، ان کی کوٹھیاں الگ، ان کے سفر الگ، ان کا روزمرہ کا رہن سہن تمام دوسرے انسانوں سے کٹ کے الگ ہو جاتا ہے اور یہ ایک ایسی بات ہے فطرتی طور پر ہمارے مزاج میں داخل ہونے والی کہ ہمیں اس کا شعور نہیں رہتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ فطرتی طور پر میں نے جو کہا یہ مراد نہیں کہ انسان کو اس فطرت پہ پیدا کیا گیا ہے فطرتی طور پر صرف ان معنوں میں کہہ رہا ہوں کہ ہمارے روزمرہ کے مزاج میں اتنی داخل ہوگئی ہے کہ گویا یہ فطرت ثانیہ بنی ہوئی ہے اور ہم محسوس نہیں کرتے کہ ہم دنیا سے الگ ہو رہے ہیں اور پہلوں سے کٹ رہے ہیں۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب وہ بڑے ہوتے ہیں تو اپنے ماں باپ سے بھی کٹ جاتے ہیں اور یہ بہت بڑی بدبختی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم لوگوں میں رہو، ان کے ساتھ رہو، ان سے کٹنا نہیں۔ اگر تم بنی نوع انسان سے کٹ گئے تو خدا سے کاٹے جاؤ گے۔ یہ مفہوم ہے اور جو بنی نوع انسان کے ساتھ رہتا ہے اللہ اس کے ساتھ رہے گا اور جس کے ساتھ اللہ رہے اس کے اوپر یقیناً جہنم حرام ہے۔ مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لوگوں میں ہٹنے اور کٹنے کی عادت ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں بعض دفعہ یہ ہوتا ہے کہ غریب افراد کو ان کے گھر تک رسائی بھی نہیں رہتی پھر۔ ان کو مجلسوں میں ملتے ہیں تو ان کی آنکھیں بدلی ہوئی ہوتی ہیں، شرم محسوس کرتے ہیں کہ یہ جو شخص غریب سا دکھائی دیا ہے ہمارے سے اس کا کوئی گہرا خونی رشتہ ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا بعض واقعات سے پتا چلتا ہے اور یہ ایسے واقعات ہیں جو محض فرضی نہیں بلکہ حقیقتاً روزمرہ ہونے والے واقعات ہیں اور بعض اپنے تجربے میں میرے علم میں بھی ایسے آئے ہیں کہ بچہ امیر ہو گیا اور شادی بھی ایسی جگہ ہوگئی جو نخرے والی اور دنیا کی جدید تہذیب سے متأثر عورت تھی تو اس کے لئے یہ بات قابلِ شرم ہوگئی کہ میرا باپ میرے گھر میں رہے اور اس کے لئے پھر ذرا ہٹ کر کوارٹر بنا دیئے گئے اور اس کو ایسی حالت میں رکھا گیا کہ جب وہ لوگ آئیں تو ان کے سامنے نہ آئے، بعض اپنی ماؤں سے شرمانے لگ جاتے ہیں بعض اپنے باپوں سے شرمانے لگ جاتے ہیں۔

ایک دفعہ ایک ایسے ہی گھر میں ایک بچہ اپنی پرانی چیزیں ایک کمرے میں جمع کر رہا تھا پرانا

بستر ، پرانے بوٹ تو اس کے باپ نے کہا کہ یہ تم کیا حرکت کر رہے ہو۔اس نے کہا میں وہی کر رہا ہوں جو آپ کرتے ہیں۔آپ نے اپنی پرانی چیزیں اپنے ابا کو دے دی ہیں پرانے بستر ان کے لئے کر دیئے ہیں تو میں نے کہا جب آپ بوڑھے ہوں گے تو مجھے بھی آپ کے لئے کچھ چیزیں جمع کرنی چاہئیں تو میں اپنی پرانی اور گندی چیزیں آپ کے لئے جمع کر رہا ہوں۔ یہ بچہ ذہین تھا، نیک فطرت تھا اس نے کیسا اچھا سبق اپنے باپ کو دیا۔تو انسان جو غفلت کی حالت میں زندگی بسر کرتا ہے اس کو یہ بھی نہیں پتا لگتا کہ میں کس سے کیا کر رہا ہوں اور جو عامۃ الناس ہیں جن سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ان کے معاملے میں تو بہت ہی متکبر ہو جاتا ہے۔تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے لوگوں کے قریب رہتا ہے یعنی اپنے آپ کو لوگوں کا حصہ سمجھتا ہے اور یہی سبق دینے کے لئے جس میں ایک ایسا نظام جاری فرما دیا گیا جس میں ہر بڑا چھوٹا لازماً پانچ وقت ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھا ہونے پر مجبور ہے۔امیر سے امیر آدمی بھی اگر کھڑا ہے تو اس کے گھر کا معمولی نوکر بھی حق رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ جا کے کھڑا ہو اور اس امیر کی مجال نہیں ہے کہ وہ اس کو دھکیل کے ایک طرف کرے یا اس سے ناراض ہو کہ تم میرے ساتھ لگ کے کیوں کھڑے ہو گئے کیونکہ وہ خدا کا دربار ہے اور وہی ایمان والی بات ہے۔ جب ایمان غائب کو حاضر کر دے تو ہر دوسرا فاصلہ مٹ جاتا ہے ہر دوسرا خیال غائب ہو جاتا ہے صرف ایک عظیم وجود کی حاضری کا خیال ہے جو دل پر اور دماغ پر غالب رہتا ہے۔

پس اسلام نے ہمیں یہ سکھایا ہے کہ اللہ کی نظر میں تمہیں لازماً خدا کے بندوں سے تعلق قائم رکھنا ہوگا کیونکہ اس کی نظر جسے اپنے بندوں سے تعلق قائم کرتے ہوئے دیکھے گی، اسے پیار سے دیکھے گی، اسے اپنا قرب عطا کرے گی اور اس بات کا نتیجہ یہ لازم ہوگا کہ اس پر جہنم حرام ہوگئی۔پس جہنم کا حرام ہونا اس کے پیچھے ایک کہانی رکھتا ہے ایک اعمال اور مزاج کی کہانی ہے۔اسے سمجھیں گے تو پھر جہنم حرام ہوگی ورنہ یہ کہ ہم لوگوں سے ملتے جلتے ہیں روز، کوئی بات نہیں ہم پر جہنم حرام ہوگئی، یہ بات غلط ہے۔جہنم حرام ہونے کا فتویٰ بہت بڑا فتویٰ ہے اس کے پیچھے جو اعمال ہیں ان میں کوئی خاص گہری بات ہونی چاہئے جس کی وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو یہ کرے گا اس پر جہنم حرام ہوگی، کوئی معمولی اعلان نہیں ہے۔پس اس کی حکمت کو سمجھیں اور اپنے دل کو عامۃ الناس کے قریب کریں اور ان کے قریب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت ان کے ساتھ کھڑے رہیں یہ تو

ناممکن ہے۔ان کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بیماریوں پر، ان کی کمزوریوں پر، ان کی تکلیفوں پر نظر رکھیں خوشیوں میں ان کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کریں، ان کے غم بانٹنے کی کوشش کریں احساس رہے کہ یہ بھی میرے ہیں میں ان کا ہوں یہ بنیادی مزاج ہے جس پر آگ حرام کی جاتی ہے اوراسی کی طرف آنحضرت ﷺ بلاتے ہیں۔

چنانچہ فرمایا ’’تحریم‘‘ یعنی جہنم حرام ہوگی **علی کل قریب هین لین سهل** ہر اس شخص پر حرام ہوگی جو آسان ہے لوگوں کے لئے ،نرم ہے لوگوں کے لئے اور سہولت کے ساتھ مہیا ہے اور ان کی سہولتوں کا خیال رکھتا ہے وہ شخص جو خدا تعالیٰ کے بندوں کے لئے نرمی اختیار کرتا ہے اور ان کے قریب رہتا ہے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتا ہے۔اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک فرمائے گا۔ پس جہنم سے بچنے کا ایک آسان نسخہ ہے اور پیارا نسخہ ہے اور دعویٰ بہت بڑا ہے کہ جہنم سے بچا دیا جائے گا تو اگر آپ غور کریں اور ان صفات کے ساتھ بندوں کے قریب ہوں جو صفات بیان فرمائی گئی ہیں تو مشکل نہیں ہے کیونکہ نرمی میں مزہ ہے، سہولت دینے میں ایک مزہ ہے اور حسن سلوک میں ایک مزہ ہے۔ پس یہ مشقت کی باتیں نہیں ہیں، یہ وہ باتیں ہیں جو اپنی ذات میں لطف رکھتی ہیں تو دنیا میں بھی آپ لطف اٹھائیں اور جہنم سے بھی بچائے جائیں اس سے بہتر اور کیا سودا ہوسکتا ہے۔

مسلم کتاب الایمان میں ہے اور اس کا بیان ہے **انه لا يدخل الجنة الا المومنون** کہ جنت میں مومنوں کے سوا کوئی اور داخل نہیں ہوگا۔حضرت تمیم داریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دین سراسر خیر خواہی ہے اور خلوص کا نام ہے آنحضرت ﷺ کے الفاظ یہ ہیں **الدين النصيحة. قلنا لمن** آپ نے فرمایا دین نصیحت ہے۔ ایک نصیحت کا عام معنی ہے کسی کو نیک بات کہنا اور ایک نصیحت کا معنی ہوتا ہے سراسر خلوص اور خیر خواہی۔تو یہاں نصیحت کے یہ معنی ہیں جو درحقیقت پیش نظر ہیں۔آپؐ نے فرمایا **الدين النصيحة** کہ دین تو نام ہی اخلاص اور خیر خواہی کا ہے اگر اخلاص اور خیر خواہی نہیں تو دین بے معنی اور بے حقیقت ہو جاتا ہے **قلنا لمن** ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کے لئے؟ خیر خواہی اور اخلاص کس کے لئے؟ تو آپؐ نے فرمایا **لله و لكتابه و لرسوله و لائمة المسلمين و لعامتهم عامتهم** آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کے لئے خیر خواہی، اللہ کے لئے خیر خواہی کا ترجمہ درست نہیں۔ یہاں یہ ہونا چاہئے اللہ کے لئے خلوص نیت۔اللہ کی خیر خواہی کوئی انسان کیسے کر

سکتا ہے۔تو یہاں اللہ کے لئے سے مراد یہ ہے اللہ کے لئے آپ کی نیتوں کا خالص اور پاک ہو جانا اس میں کوئی غیر اللہ کی ملونی نہ رہے۔ ولرسولہ اور رسول کے لئے بھی اپنے اخلاص کو کامل کر دیں اور پاک کرلیں۔ ولائمۃ المسلمین یہاں دونوں معنے داخل ہو جائیں گے اور مسلمانوں کے اماموں کے لئے بھی پاک خیالات رکھیں خیر خواہی کے جذبات رکھیں اور ان سے بھی اخلاص کا تعلق رکھیں **وعامتھم** اور عامۃ المسلمین کے لئے بھی پاک صاف خیالات رکھیں اور ان سے بھی حسن سلوک کا معاملہ کریں ان کی خیر خواہی چاہیں۔فرمایا یہ وہ چیزیں ہیں جو جنت میں داخل کرنے کے لئے ضروری ہیں اور خلاصہ یہ ہے کہ نصیحت یعنی اخلاص اور خیر خواہی کا تعلق یہی وہ باتیں ہیں جو انسان کو جنت عطا کرنے والی ہیں۔ یہ حدیث، میں نے بیان کر دیا ہے مسلم سے لی گئی تھی۔اب یہ دوسری حدیث ہے یہ بھی مسلم ہی سے لی گئی ہے کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ......

قَالَ: اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهٗ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهٗ. (مسلم کتاب البر والصلہ حدیث نمبر:4698)

کہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی اتنا ہی اس کے لئے زینت کا موجب بن جاتا ہے اور جس سے رفق اور نرمی چھین لی جائے وہ اتنی ہی بدنما ہو جاتی ہے۔ زَانَهٗ کا مطلب ہے اسے زینت بخشی اور شَانَهٗ کا مطلب ہے اس میں داغ لگا دیا اسے داغ دار کر دیا اس میں بدصورتی پیدا کر دی۔تو امر واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم امت میں رفق اور نرمی کو عام کرنا چاہتے تھے اور سمجھانا چاہتے تھے اور سمجھاتے رہے اور آج بھی آپ کا یہی پیغام ہے کہ اگر تم اپنے اعمال کو زینت بخشنا چاہتے ہو تو اپنے اندر نرمی کی عادت ڈالو اور سخت گیری اختیار نہ کرو اور ایک مبلغ کے لئے تو بہت ہی اہم ہے کہ وہ روزمرہ کی زندگی میں نرمی کی عادت ڈالے مشکل یہ ہے کہ اگر ایک انسان ایسے ماں باپ کے گھر میں پلتا ہے جو آپس میں ہمیشہ سخت کلامی کرتے رہے ترش روئی سے کام لیتے رہے تو بہت بعید بات ہے کہ کہ ان کے بچے بڑے ہو کر نرمی اختیار کریں گے تو نصیحت سن کر اس پر عمل کی خواہش کرنا یا ادب سے یہ سوچنا کہ رسول اللہ کا کلام ہے مجھے کرنا چاہئے یہ ہر انسان کے بس کی بات نہیں ہے یہ گہرا مسئلہ ہے نرمی اور

رفق لمبی تربیت کو چاہتے ہیں جن گھروں میں ماں باپ ترش رو ہوں اور بدکلام ہوں اور بات بات میں جھگڑنے والے ہوں بعض دفعہ ان کے بچوں میں ردعمل پیدا ہوتا ہے اور نرمی بھی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس نرمی کے ساتھ اپنے ماں باپ کے خلاف نفرت اور ان سے دوری بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک طرف وہ نرمی سے لوگوں کی طرف جھکتے ہیں کیونکہ ان کو ردعمل ہو جاتا ہے اور دوسری طرف جن سے حسن سلوک کا قرآن حکم دیتا ہے ان سے وہ دور چلے جاتے ہیں۔ تو یہ نرمی بھی برائی سے خالی نہیں ہوتی۔ اصل اخلاق کی نرمی وہ ہے جو بچہ اپنے بااخلاق، نرم رو اور خلیق ماں باپ سے سیکھتا ہے۔ جس کے گھر میں گفتگو تہذیب سے ہو رہی ہے اس کے گھر میں بچے بالعموم بہت نرم رو پیدا ہوتے ہیں اور جب بڑے ہوتے ہیں تو معاشرے میں بھی ان کے گوشے سب دوسروں کے لئے نرم رہتے ہیں اور بد اخلاق گھروں میں بداخلاق لوگ پیدا ہوتے ہیں۔ اب ان کو آپ نصیحت کر کے دیکھ لیں نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ آنحضرت ﷺ کے حوالے سے ایک بات کہی جا رہی ہے لیکن شاذ ہی ہوگا جو بچپن سے بدخلق ہو تو یہ بات سنتے ہی ایک دم نرم رو ہو جائے۔

اس لئے میں یہ سمجھا رہا ہوں کہ اتنی اہم نصیحت کو اگر آپ نے سنجیدگی سے دیکھنا ہے تو اس کے لئے لمبی محنت درکار ہوگی سب سے اول تو اپنے گھروں میں اپنا ماحول درست کریں اپنے تعلقات اپنی بیوی سے اور بیویاں اپنے تعلقات اپنے خاوندوں سے اور پھر ماں باپ اپنے بچوں سے اس طرح استوار کریں کہ تمام تعلقات میں ملائمت پائی جائے اور درشتگی نہ ہو، سختی نہ ہو کیونکہ جب کھردرا پن آئے تو اس سے پھر آگ پیدا ہوتی ہے جتنا بھی آپس کے معاملات میں کھردرا پن پیدا ہوا اتنا ہی اس سے قانون فطرت کے طور پر آگ پیدا ہوتی ہے اور وہی آگ ہے جو غصے میں تبدیل ہوتی ہے جو بعض دفعہ سارے معاشرے کو جلا دیا کرتی ہے۔ تو نصیحت کر دینا کافی نہیں ہے اس لئے مجھے آپ کو سمجھانا پڑ رہا ہے۔ یہ وہ نصیحت ہے جس پر عمل بہت لمبی محنت کو، بڑی گہری توجہ کو چاہتا ہے۔ ہر وقت، ہر آن اپنے گھروں کے ماحول پر نظر رکھیں، اپنے اندر اگر پہلے سختی تھی تو اسے رفتہ رفتہ نرمی میں تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ بار بار یاد رکھیں کہ آنحضرت ﷺ آپ سے یہ تقاضا کر رہے ہیں کہ اگر ایسا نہیں کریں گے تو آپ بدزیب بنے رہیں گے، مکروہ صورت ہو جائیں گے کوئی آپ کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

پس معاشرے میں تو بداخلاقی سے پہلے ہی بہت گھر اجڑ گئے ہیں لیکن جس تعلق میں میں

آپ کو سمجھا رہا ہوں آپ گھر ہی نہیں دنیا اجاڑنے والے بنیں گے کیونکہ آپ کی بدزیبی جو بداخلاق کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہے اس کے نتیجے میں بہت بڑی تعداد میں ایسے لوگ جو آپ کے حوالے سے اسلام میں دلچسپی لے سکتے تھے وہ اسلام سے متنفر ہو رہے ہیں اور اسلام سے دور ہٹ رہے ہیں اور اس کے نتیجے میں آپ ان سب کے ذمہ دار ہو جائیں گے تو محض اپنا گھر ہی نہیں اجاڑ رہے بلکہ دنیا کے گھر بھی اجاڑنے والے بن گئے ہیں۔

اگر ایک مومن اپنے گھر میں نرمی اور رفق کا سلوک کرتا ہے اور اپنے بچوں سے بھی پیار اور محبت اور ادب کا سلوک کرتا ہے اور بے وجہ سختی نہیں کرتا کیونکہ بعض اوقات سختی بھی اخلاق کا حصہ ہوتی ہے اور وہ نرمی اور رفق کے خلاف نہیں ہوتی۔ اگر یہ خلاف ہوتی تو آنحضرت ﷺ بھی کبھی سختی نہ کرتے لیکن نرمی اور رفق اور حلم جو باتیں بیان فرمائی گئی ہیں ان کی پہچان یہ ہے کہ ایسا شخص جب سختی بھی کرتا ہے تو دور نہیں پھینکتا۔ وقتی طور پر ایک شخص تکلیف محسوس کرتا ہے لیکن پھر بلا اختیار بے ساختہ اس طرف واپس لوٹ آتا ہے نرمی اور پیار اور محبت کے نتیجے میں جو کشش پیدا ہوتی ہے وہ کشش ثقل کی طرح ایک حاوی بالا طاقت رکھتی ہے۔ آپ چھلانگ لگا کر زمین سے کچھ دور جا سکتے ہیں لیکن واپس پھر یہیں آنا ہے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر آپ کتنا اونچا چلے جائیں گے لیکن پھر یہیں گرنا ہے یا یہیں اترنا ہے۔ پس نرمی اس کشش ثقل کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنی طرف کھینچ رہی ہے اور وقتی سختی سے اگر کوئی دور ہٹتا بھی ہے تو کچھ عرصہ کے لئے ہٹ سکتا ہے ہمیشہ کے لئے نہیں لیکن جو بدخلق لوگ ہیں ان کے پاس آنا مصیبت ہے۔ وہ ہر وقت دھکا دے رہے ہیں جس طرح ایک ہی پول اپنے جیسے پول کے قریب ہو جائے تو ایسا ہی منظر پیدا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کو دھکا دینے لگ جاتے ہیں اور بڑی کوشش کے ساتھ آپ ان کو جوڑیں گے جب ہاتھ ہٹائیں گے پھر وہ پرے ہٹ جائیں گے۔ تو بدخلق آدمی کا یہ حال ہوتا ہے اس کے پاس ٹھہرنا مصیبت، اس کے قریب آنا عذاب اور بڑی محنت کے ساتھ انسان اس کے پاس رہ سکتا ہے پھر جب وہ دباؤ ہٹے تو پھر واپس چلا جاتا ہے۔ تو ایسے لوگ جو بداخلاق ہیں وہ اپنے ماحول کو اپنے گھر کو ہی نہیں سارے ماحول کو، غیروں کو بھی دھکا دے رہے ہیں۔

چنانچہ بعض اوقات اس بات سے مجھے بہت تکلیف پہنچتی ہے کہ بعض غیر احمدی یہ خط لکھتے ہیں کہ ہم احمدیت کے اخلاق سے عموماً متأثر ہو کر قریب آ رہے تھے لیکن ایک ایسا شخص مل گیا جس

نے اس بھیڑیئے کی طرح جو بھیڑ کا لباس اوڑھے ہوئے ہو، بھیڑ کی کھال میں لپٹا ہو ہم سے سلوک کیا اور جتنا قرب تھا وہ دوریوں میں تبدیل ہو گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں یہ ایک انفرادی کمزوری ہے اور جماعت اچھی ہوگی لیکن بعض یہ کہتے ہیں کہ اب ہمارا دل ہی اتر گیا ہے۔ بعض دفعہ جب تحقیق کی گئی تو مبالغہ نکلا، بہت دفعہ جب تحقیق کی گئی تو اگر چہ کچھ نہ کچھ حقیقت تھی لیکن پھر بھی بہت مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا تھا۔ لیکن بعض دفعہ جماعت کی طرف سے اس کی پوری تصدیق آتی ہے کہ یہ انسان جو یہ خط لکھنے والا ہے شریف آدمی ہے جھوٹ نہیں بول رہا واقعۃً اس کے ساتھ یہ ہوا ہے۔ تو وہ شخص جو اپنی بداخلاقی کی وجہ سے کسی کو جہنم میں پھینکنے کا موجب بن جائے وہ خدا سے جنت کی توقع کیسے رکھے گا۔ جو جنت کے منادی ہیں انہی کو جنت عطا ہوا کرتی ہے جو جہنم کی طرف دعوت دینے والے ہیں ان کا مقدر بھی یہی بن جاتا ہے۔

پس آنحضورﷺ کی نصائح پر غور کریں اور ان پر عمل کا منصوبہ بنائیں کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا ہے بار بار کہنے کے باوجود مجھے ابھی اطمینان نہیں ہے کہ آپ میری بات سمجھ گئے ہیں۔ رسول اللہﷺ کی بات سنتے وقت آپ ادب سے سنیں گے۔ مجھے پتا ہے کہ احترام کریں گے مگر ایسی باتیں ہیں جن کو اپنی زندگی میں جاری کرنا آسان نہیں ہے۔ اپنے اپنے طور پر ہر شخص اپنی کیفیات کا اور عادات کا جائزہ لے کر ایک منصوبہ بنائے پھر امید ہوسکتی ہے کہ اس کا یہ سنجیدہ فیصلہ اور رسول اللہﷺ کی نصیحت کے سامنے سر جھکانا اللہ کے ہاں مقبول ٹھہرے اور آسمان سے وہ مدد ملے جس کے نتیجہ میں مشکل کام آسان کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ (آمین)